سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۱۱۳

سکونِ قلب کی بے مثال نعمت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۱۱۴

سکونِ قلب کی بے مثال نعمت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسب ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : سکونِ قلب کی بے مثال نعمت

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۸ ؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲؁ھ مطابق ۱۷ ؍ اکتوبر ۱۹۹۱؁ء بروز جمعرات

ترتیب و تصحیح : جناب سید عمران فیصل صاحب (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ۲۹ ؍ رجب ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۱۹ مئی ۲۰۱۵؁ء

زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شائع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

پیش لفظ ۵
انسان کے ہر عمل کا مقصد حصولِ سکون ہے ۶
گناہوں سے لذت حاصل کرنے والے کی مثال ۸
گناہ کے تقاضوں کا علاج ۹
اہل اللہ کی صحبتوں سے گناہ چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے ۹
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے امتی کون ہیں؟ ۱۰
انسان کی عبادت فرشتوں سے افضل کیوں ہے؟ ۱۱
شوقِ جہاد میں مولاناشاہ اسماعیل شہیدرحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدات ۱۱
نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے ۱۲
استحضارِ حق کے لیے ایک مفید مراقبہ ۱۳
بدنظری حلال نعمتوں کی لذت بھی خراب کردیتی ہے ۱۴
نفس کی قید سے رہائی کا طریقہ ۱۵
علم نبوت کتابوں سے اور نورِ نبوت صحبتِ اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے ۱۵
دین کس سے سیکھنا چاہیے؟ ۱۶
اہل اللہ کی صحبت سے سلوک آسان ہوجاتا ہے ۱۷
ذاکر ذکر کی برکت سے مذکور تک پہنچ جاتا ہے ۱۸
سکونِ قلب صرف رضائے حق میں ہے ۱۹
انبیاء علیہم السلام سب سے بڑے ماہرین نفسیات ہیں ۲۰
موت دنیاکی تمام لذتوں کو ختم کردیتی ہے ۲۰
اصل حیات وہ ہے جو اپنی موت کو یاد رکھے ۲۲
ذکر اللہ کی دو اقسام ۲۳
داڑھی مونچھ کے شرعی احکام ۲۴
مردوں کے لیے ٹخنہ چھپانا حرام ہے ۲۷
والدین سے حسن سلوک کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ۲۸
امّت کی پریشانی کے اسباب ۲۸

پیش لفظ

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تصوف کے شعبہ میں جو خدمات سر انجام دی ہیں وہ کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اصلاحِ اخلاق کے باب میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کی جن اخلاقی بیماریوں کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ان کی تشخیص اور علاج تجویز فرمایا اور اس سلسلہ میں جو نسخۂ زود اثر پیش فرمایا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اس میں کیا شک ہے کہ امت کے دنیاوی مسائل میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ ذہنی اطمینان اور قلبی سکون کا ہے۔ اس وقت سارا عالم اس دولتِ بے بہا کے حصول کے لیے حیراں و سرگرداں ہے مگر ''ہنوز دلّی دور است'' کے مصداق اس کے حصول سے کوسوں دور ہے کیوں کہ یہ وہ نعمتِ بے مثل ہے جو زمین پر نہیں پائی جاتی، آسمانوں سے اُترتی ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ اکثر اپنا یہ شعر پڑھ کر اپنے اس دردِ دل کی ترجمانی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کے انوار اور تجلیات سے معمور تھا۔ حضرت والا کی دلی خواہش تھی کہ اپنے قلب کی اس دولتِ آسمانی کو سارے عالم میں نشر کروں تاکہ دنیا کے ایک ایک انسان کا قلب اس دولت سے معمور ہو جائے۔ کیوں کہ یہی وہ دولت ہے جس کو قرآن و حدیث میں سکینہ یعنی سکونِ قلب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت والا نے اس وعظ میں ان اعمال کا ذکر فرمایا ہے جن کے باعث سکون و اطمینان کی اس دولت سے سرفراز ہوا جاسکتا ہے جو لاکھوں روپے خرچ کرکے بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے اس وعظ کو نافع بنائیں اور اس کی قدر کرکے ان اعمال کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں جو سکونِ دوجہاں کے حصول کا باعث ہیں، آمین۔

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

و

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

سکونِ قلب کی بے مثال نعمت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾[1]

انسان کے ہر عمل کا مقصد حصولِ سکون ہے

عزیزانِ محترم! دنیا میں جتنی حرکت اور جتنا عمل اور جو کچھ بھاگ دوڑ اور محنت ہو رہی ہے چاہے وہ دکان کھولنے کی ہو یا فیکٹری قائم کرنے کی ہو یا وزراتِ عظمیٰ کی کرسیوں کی ہو یا دکانداری کا کوئی سلسلہ ہو، جو شخص جہاں جارہا ہے اور جو شخص جہاں نہیں جارہا ہے، جو کچھ کررہا ہے اور جو کچھ نہیں کررہا ہے، جو کھارہا ہے، جو نہیں کھارہا ہے غرض دنیا میں جتنے افعال اور اعمال ہیں سب کا مقصد اطمینان اور دل کے چین کا حصول ہے مثلاً ایک شخص ایئرکنڈیشن میں بیٹھا ہے، وہ کہیں نہیں جارہا ہے، اُس کا مقصد یہ ہے کہ اس وقت شدید گرمی ہے، لُو چل رہی ہے، سڑکوں پر دھوپ ہے لہٰذا یہاں چین ملے گا۔ ایک شخص صبح فجر کے بعد باغات میں ٹھنڈی ہوا اور آکسیجن حاصل کرنے کے لیے بھاگا جارہا ہے، اُس وقت اس کو یہ ضرورت ہے کہ قدرتی ہوا لینی چاہیے تاکہ میں صحت مند اور اطمینان سے رہوں۔ ایک بہت بڑے عالم کا قول ہے کہ صبح کی ہوا، لاکھ روپے کی دوا۔ غرض یہ کہ کوئی حرکت، کوئی سکون، کوئی قول، کوئی فعل جو کچھ بھی انسان صبح سے لے کر رات کو سونے کے وقت تک کرتا ہے، یہاں تک کہ جو سو بھی رہا ہے تو ان سب کا مقصد دل کا چین اور قلب کا سکون ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں کام کرنے سے دل کو پریشانی ہوگی، بے اطمینانی

---

[1] الرعد: ۲۸

ہو گی تو اُس کام کو کوئی عقل مند آدمی نہیں کر سکتا، البتہ پاگل مستثنیٰ ہے، پاگل پریشانی والا کام بھی کرلے گا اور ہاں بندر بھی مستثنیٰ ہے۔ بندر پر دو لطیفے یاد آ گئے۔

ایک جعلی پیر نے کوئٹہ میں ایک شخص سے کہا کہ تمہاری ترقی ہو جائے گی، تم کو پرموشن مل جائے گا بشرطیکہ میرے کمرہ میں جہاں مرید لوگ آتے ہیں وہاں عمدہ قسم کے صوفے اور عمدہ قسم کے قالین ڈلوادو اور ایک وظیفہ بھی پڑھنا پڑے گا، اُس میں ایک شرط یہ ہے کہ وظیفہ پڑھتے وقت بندر کا خیال نہ کرنا۔ تو اس نے کہا حضور! صوفہ کتنے میں آئے گا، آپ ہم سے نقد لے لیجیے، اپنی پسند کا سامان خرید لیجیے۔ یہ آج سے پندرہ برس پہلے کی بات ہے۔ تو جعلی پیر نے دس ہزار روپے لے لیے۔ اب جناب بجائے ترقی ہونے کے وہ جس عہدہ پر تھا اُس سے بھی نیچے گر گیا، اب اُسے بہت غصہ آیا، اُس نے جعلی پیر سے کہا کہ آپ نے صوفہ کا عیش بھی حاصل کرلیا، میں نے دس ہزار روپے بھی دے دیے اور آپ کا بتایا ہوا وظیفہ بھی پڑھا لیکن آپ نے جو کہا تھا کہ ترقی ہو جائے گی، تو ترقی کے بجائے تنزلی ہو گئی۔ اُس نے کہا کہ صاحب! آپ نے وظیفہ پڑھنے کی شرط پوری نہیں کی تھی۔ یہ پیر بہت چالاک تھا، اُس نے کہا کہ جب تم نے وظیفہ شروع کیا تھا تو بندر کا خیال آیا تھا کہ نہیں؟ اُس نے کہا کہ اگر تو مجھے بندر کے خیال سے منع نہ کرتا تو زندگی بھر کبھی بندر کا خیال نہیں آتا لیکن اَلْاِنْسَانُ حَرِیْصٌ اِذَا مُنِعَ انسان کو جس چیز سے منع کر دیا جاتا ہے اسے خواہ مخواہ اُس چیز کا خیال آتا ہے لہٰذا تم نے ایسی شرط لگائی کہ اگر ہم بھی تمہیں اس شرط کے ساتھ کوئی وظیفہ بتادیں تو تم بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ نقل کے لیے عقل چاہیے۔ ایک بندر درخت پر بیٹھا کارپینٹر یعنی بڑھئی کو لکڑی چیرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں بڑھئی کو ناشتہ کے لیے گھر جانا پڑا تو اُس نے لکڑی کا جتنا حصہ چیر دیا تھا اُس میں لکڑی کا ایک ٹکڑا لگا دیا تاکہ دونوں حصے پھر مل نہ جائیں۔ اب بندر کو خیال آیا کہ کیا وجہ ہے کہ انسان جو کام کرے ہم نہ کر سکیں۔ اس نے درخت سے اُتر کر آرا چلانا شروع کر دیا۔ جب اُس نے تھوڑا سا آرا چلایا اور لکڑی کے دونوں حصوں کا فاصلہ زیادہ ہوا تو لکڑی کا وہ ٹکڑا جو بڑھئی پھنسا کر گیا تھا گر گیا جس کی وجہ سے لکڑی کے دونوں حصے آپس میں مل گئے اور بندر کا ایک پیر اس میں آ گیا۔ اب بندر ایسا زور سے چلّایا

کہ زندگی میں کبھی ایسا نہ چلّایا ہوگا۔ بڑھئی نے جو آواز سنی تو ناشتہ چھوڑ کر بھاگا کہ کیا ماجرا ہوگیا۔ جب اس نے دیکھا کہ بندر اس مصیبت میں مبتلا ہے تو فوراً لکڑی کا ٹکڑا اُٹھایا اور لکڑی کے دونوں حصوں کو چیر کر ان کے بیچ میں رکھ دیا، جب دونوں حصوں میں فاصلہ ہوگیا تو بندر نکل کر بھاگا اور اس طرح بھاگا کہ پھر مڑ کر اُس طرف دیکھتا بھی نہیں تھا۔

گناہوں سے لذّت حاصل کرنے والے کی مثال

بالکل یہی مثال گناہوں کی لذت کی ہے، جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ میں ہمیں چین ملے گا بس اُس کا حال بھی یہی ہے کہ گناہ کرتے وقت تھوڑا سا مزہ ملتا ہے، جیسے خارش کی بیماری میں مزہ آتا ہے۔ حکیم الامت مجدد الملّت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے وقوف لوگ خارش کی بیماری میں کھجانے کا مزہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کھجاتا ہوں تو مزہ آجاتا ہے لیکن کھجانے کے بعد جب خون نکلتا ہے اور کھجاتے کھجاتے کھال پھٹ جاتی ہے تو اتنی جلن ہوتی ہے کہ شروع میں جو یہ کہتا تھا کہ آہا ایسا مزہ آرہا ہے جیسے میری شادی ہو رہی ہے اور ولیمے کی دیگ چڑھ رہی ہے، بریانی پک رہی ہے، شامیانے لگ رہے ہیں لیکن جب خارش کر لینے کے بعد کھال پھٹ جاتی ہے اور خون نکلنے لگتا ہے اور جلن بڑھ جاتی ہے پھر کہتا ہے کہ اُفوہ! بیوی بھی بھاگ گئی اور شامیانے بھی اُجڑ گئے۔

حسن رخصت ہوا گلے مل کے
شامیانے اُجڑ گئے دل کے

یہ اس فقیر کا شعر ہے۔ میری شاعری کو سن کر بڑے بڑے شاعر تعجب کرتے ہیں کہ یہ مُلّا ہو کر ایسے شعر کہتا ہے، بس اللہ تعالیٰ کا شکر ہے حالاں کہ میرا کوئی استاد نہیں ہے، میرا درد میری شاعری کا استاد اور امام ہے، میں نے کبھی کسی استاد سے شاعری نہیں سیکھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ کو شاعری کیسے آگئی؟ میں نے کہا کہ مجھ کو تمہارے درد نے یعنی اللہ تعالیٰ کے درد نے شاعر بنا دیا، اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد جس کو مل جاتا ہے پھر اس کی شاعری شاعری ہوتی ہے ورنہ محض تُک بندی اور دماغی کوشش ہوتی ہے۔

گناہ کے تقاضوں کا علاج

تو اس نے کہا کہ خارش کے وقت تو کھجانے میں بڑا مزہ آیا لیکن اب اتنی تکلیف ہورہی ہے اور ایسا معلوم ہورہا ہے کہ ولیمہ کی دیگیں اُڑ گئی، شامیانے اُجڑ گئے اور بیوی بھی مرگئی۔ گناہ کا بھی بالکل یہی حال ہے، شیطان گناہ میں مزہ ڈال دیتا ہے لیکن آپ یہ بتائیے کہ خارش کا علاج کھجانا ہے یا خون صاف کرنے کی دوا پینا ہے؟ خارش کا علاج کھجانا اور مزہ لینا نہیں ہے ورنہ تو سڑتے سڑتے سارے جسم کی کھال خراب ہوجائے گی، ہاتھی جیسی کھال ہوجائے گی۔ میں نے ہندوستان میں ایک ایسا مریض دیکھا ہے جس کی کھال خارش کی وجہ سے ہاتھی جیسی ہوگئی تھی۔ خارش کی بیماری ایسی بُری ہے اور یہ خون کی خرابی سے ہوتی ہے، اس مریض کی بیماری ایسی بڑھ گئی تھی کہ انسان بھی معلوم نہیں ہورہا تھا۔ تو خارش کا علاج کیا ہے؟ مصفی خون۔ خون صاف کرنے والی دوا پی جائے، جب اندر سے خون صاف ہوجائے گا تو کھجانے کا دل ہی نہ چاہے گا، نہ کھال پھٹے گی، نہ خون نکلے گا، نہ سوزش ہوگی، آرام سے رہے گا۔ جن لوگوں کا خون خراب نہیں ہے اُن کو کوئی کھجانے لگے تو کہیں گے کہ کیا مذاق کررہے ہو، مجھے خارش نہیں ہورہی کیوں کہ خون صاف ہے۔ تو جس طرح خارش کا علاج کھجانا نہیں ہے اسی طرح گناہ کے تقاضوں کا علاج گناہ کرنا نہیں بلکہ دل کی جس خرابی اور فساد سے گناہ کے تقاضے پیدا ہورہے ہیں، دل کی اس گندگی اور خباثت کا علاج کروالیجیے تاکہ قلبِ سقیم، قلبِ سلیم ہوجائے، دل میں اللہ کا خوف آجائے، قیامت کا یقین آجائے پھر گناہ چھوڑنے میں پریشانی نہیں ہوگی بلکہ گناہ چھوڑ کر آپ خوشی محسوس کریں گے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھیے۔

اہل اللہ کی صحبتوں سے گناہ چھوڑنا آسان ہوجاتا ہے

ایک شخص دس ہزار روپے رشوت لے کر چلا، اتنے میں اُس کا ایک دوست موٹر سائیکل پر آیا اور اُس کے کان میں کہا کہ تمہارے ان نوٹوں پر جو تم نے رشوت میں لیے ہیں، تم کو پھانسنے کے لیے اور جیل میں ڈالنے کے لیے دستخط کیے گئے ہیں لہٰذا اب تمہیں پکڑنے کے لیے تمہارے پیچھے پولیس کی جیپ آرہی ہے۔ تو اُس نے جلدی سے وہ نوٹ کھلے ہوئے گٹر

میں ڈال دیے۔ اب بتائیے جناب! اس وقت دس ہزار کی رقم کو گٹر میں ڈالنے پر اس کو کچھ مجاہدہ ہو گا، پریشانی ہو گی یا خوشی ہو گی؟ تو جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ خبردار! بزرگوں کے پاس مت جانا، اللہ والوں کے پاس مت جانا، علمائے دین اور علماء ربانین کے پاس مت جانا ورنہ گناہوں کا عیش چھوڑنا پڑے گا تو ہمارے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ گناہ چھوڑنا نہیں پڑے گا بلکہ گناہ چھوڑ کر دل خوش ہو جائے گا۔ جب اللہ پر یقین آئے گا، جیسے اُس کو اپنے دوست کے کہنے سے پولیس کی گاڑی پر یقین آگیا تھا، اسی طرح جب اللہ اور رسول پر، جنت اور دوزخ پر اور قیامت کی پیشی پر اتنا ہی یقین آجائے گا تو بڑے سے بڑے گناہ، پرانے سے پرانے گناہ کی لذتوں کو اور پرانی سے پرانی عادتوں کو چھوڑ کر انسان خوشی محسوس کرے گا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا کہ یا اللہ! آپ کا احسان ہے کہ آپ نے اپنے غضب اور قہر کے عذاب سے مجھ کو حفاظت نصیب فرمائی۔ اللہ کے غضب کے سائے میں ایک سانس بھی جینا شرافتِ عبدیت اور شرافتِ بندگی کے خلاف ہے۔ کیا عجب ہے کہ اُسی وقت موت آجائے اور جس حالت میں انسان کو موت آئے گی اُسی حالت میں قیامت کے دن اُٹھایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے امتی کون ہیں؟

یہاں میں ایک حدیث سنانا چاہتا ہوں اور اُس حدیث کا حوالہ بھی دینا چاہتا ہوں۔ ہم لوگوں نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا، آپ کو دیکھے بغیر آپ کی رسالت اور آپ کی نبوت پر ایمان لائے ہیں۔ بتایئے! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہم سب کا ایمان ہے یا نہیں؟ تو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَتٰی اَلْقٰی اَحِبَّائِیْ؟ میں اپنے حبیبوں سے، اپنے پیاروں سے کب ملوں گا؟ حَبِیْب کی جمع ہے اَحِبَّاءُ، جیسے طَبِیْب کی جمع ہے اَطِبَّاء۔ تو صحابہ نے عرض کیا اَلَسْنَا اَحِبَّائُكَ؟ کیا ہم آپ کے پیارے اور حبیب نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ، تم میرے صحابہ ہو، میرے ساتھی ہو، وَ اَحِبَّائِیَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بَعْدِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ[۲]، میرے حبیب اور پیارے

---

[۲] کنز العمال: ۵۲/۱۴، (۳۴۹۱۳)، باب فضائل الأمة، مؤسسة الرسالة

وہ ہیں جو میرے بعد مجھ پر ایمان لائیں گے حالاں کہ انہوں نے مجھ کو دیکھا بھی نہیں ہو گا۔ بتائیے کہ دیکھنے کے بعد ایمان لانا زیادہ آسان پرچہ ہے یا بغیر دیکھے ایمان لانا زیادہ آسان ہے؟

انسان کی عبادت فرشتوں سے افضل کیوں ہے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو لوگ بغیر دیکھے زمین پر اللہ کو یاد کر رہے ہیں، ان کے ذکرِ عالمِ غیب پر ملائکہ عالم شہادت کے ذکر کو چھوڑ کر زمین پر آتے ہیں اور اُن کے ذکر کا مزہ لیتے ہیں۔ ملائکہ اللہ کو دیکھ کر جو ذکر کر رہے ہیں تو وہ عالم ملکوت سے اپنے اُس ذکر کو چھوڑ کر یہاں زمین پر آتے ہیں، یہاں کوئی تلاوت کر رہا ہو، کہیں درسِ قرآن ہو رہا ہو، درسِ حدیث یا وعظ ہو رہا ہو یا کوئی اللہ اللہ کر رہا ہو، یہ وہاں جا کر اس کو گھیر لیتے ہیں۔ تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اپنا عالم شہادت یعنی خدائے تعالیٰ کو دیکھ کر، اُس عالم حضوری کے ذکر کو چھوڑ کر زمین پر جو بغیر دیکھے خدا کو یاد کر رہے ہیں ان کے عالم غیب اور ایمانِ غیب کے ذکر کا فرشتے مزہ کیوں لیتے ہیں؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم غیب کا ذکر عالم شہادت سے افضل ہے، دیکھ کر خدا کو یاد کرنے سے بغیر دیکھے یاد کرنا زیادہ افضل ہے کہ انسان بغیر دیکھے ایمان لا رہا ہے اور اپنے اللہ کو یاد کر رہا ہے، وضو کر رہا ہے، نماز پڑھ رہا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو اللہ نور سے بھر دے، کیا بات فرماتے ہیں۔

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے، نظر نہیں آتا ہے، جن کے لیے ہم وضو کرتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، رمضان شریف میں دن بھر بھوکے رہتے ہیں، پیاسے رہتے ہیں، جن کے لیے ہم مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں، جن کے لیے حج و عمرہ کرتے ہیں، جن کے لیے جہاد میں گردن کٹاتے ہیں اور اپنا خون زمین پر بکھیر دیتے ہیں وہ ہمیں نظر نہیں آتا ہے، ہم بغیر دیکھے اس ذات پر فدا ہو رہے ہیں۔

شوقِ جہاد میں مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مجاہدات

مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ دلّی سے جہاد کے لیے بالاکوٹ آئے تھے جہاں

اُنہوں نے اپنا خون بالا کوٹ کے پہاڑوں کی گھاس اور تنکوں پر بکھیر دیا تھا۔ یہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے، جب یہ دلّی کی سڑکوں سے گزرتے تھے تو لوگ ان کے ادب میں اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے جس طرح مغلیہ شہزادوں کے ادب میں کھڑے ہوتے تھے، دلّی کے لوگ شاہ ولی اللہ کے بیٹوں اور پوتوں کا اتنا ادب کرتے تھے۔ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بہت ناز و نعم میں پلے ہوئے تھے لیکن جہاد کی تیاری کے شوق میں دلّی میں دریائے جمنا میں کود پڑتے تھے اور تیرنے کی اتنی مشق کرتے تھے کہ تقریباً دو سو کلو میٹر دور آگرہ میں نکلتے تھے۔ میرے پیر و مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھری برسات میں دلّی میں دریائے جمنا میں کود کر تیرتے ہوئے آگرہ میں نکلتے تھے تاکہ اگر جہاد میں دریا میں کودنا پڑے تو مشکل پیش نہ آئے۔ دلّی کی مسجد فتح پوری میں دن کے بارہ بجے جون کے مہینہ میں جب پتھر اتنا گرم ہو رہا ہوتا تھا کہ پاؤں میں چھالے پڑ جاتے تھے، اُس پر پاؤں رکھ کر چلنے کی مشق کرتے تھے۔ تو انہوں نے دلّی سے چل کر بالا کوٹ کی گھاس اور تنکوں پر اپنا خون بہایا۔ ایک شاعر نے کتنا پیارا شعر ان کے مقبرہ کی تختی پر لکھا ہے؎

خونِ خود را بر کوہ و کوہسار ریخت

اللہ کے اس عاشق نے اپنے خون کو بالا کوٹ کے پہاڑوں کی گھاس اور تنکوں پر بکھیر دیا۔ اس کو عشق کہتے ہیں۔

نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے

یہ کیا عشق ہے کہ کوئی حسین عورت سامنے آجائے، اب نظر بچانا مشکل ہے۔ اس وقت یہ شخص سب فرمانِ رسالت اور فرمانِ عالی شان یعنی حق تعالیٰ شانہٗ کا قرآن پاک بھول جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ[۳] اے نبی! ایمان والوں سے فرمادیں کہ کسی کی بہو، بیٹی غرض نامحرم عورتوں میں سے کوئی بھی ہو اُس سے اپنی نظر کو نیچی کرلیں، یہ نہیں کہ اُلّو کی طرح سے منہ پھیلا کر دیکھ رہے ہیں کہ منہ میں پانی آرہا

۳؎ النور:۳۰

ہے اور اسے دیکھ دیکھ کر رال ٹپکا رہے ہیں، ایسے وقت میں اُس کے چہرے کو دیکھو تو اُس پر لعنت برستی محسوس ہوگی۔ ایک شخص عورتوں سے نظر بازی کرکے آیا تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا مَابَالُ اَقْوَامٍ یَتَرَشَّحُ مِنْ اَعْیُنِہِمُ الزِّنَا، کیا حال ہے ایسی قوم کا جن کی آنکھوں سے زِنا ٹپکتا ہے۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ آنکھوں کا زِنا ہے نظر بازی، وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ[۴] حسین لڑکوں اور نامحرموں سے گفتگو کرنا، نامحرم عورتوں سے بے پردہ ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ کانوں کا زِنا ہے، البتہ ضرورت کی بات کرسکتے ہیں جیسے ہوائی جہاز پر سفر کرنا ہے، اس کے لیے ٹکٹ خریدنا مجبوری ہے اور ٹکٹ دینے کے لیے لڑکی بیٹھی ہے تو یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے لیکن اب اُس سے ضرورت سے زیادہ بات کرنا کہ آپ نے ایم ایس سی کہاں سے کیا تھا؟ کس کالج میں پڑھا تھا؟ تو بلاضرورت سوالات کرکے مزہ لینا یہ حرام ہے۔

استحضارِ حق کے لیے ایک مفید مراقبہ

اس وقت یہ دھیان کرو کہ میری نظر پر اللہ کی نظر ہے۔ اگر یہ تصور قائم ہو جائے جس کا حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراقبہ کراتے تھے کہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی[۵] کیا اللہ ہم کو دیکھ نہیں رہا ہے، کیا انسان نہیں جانتا ہے کہ اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ اس مراقبہ کا نام حاجی صاحب نے مراقبۂ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی رکھا تھا، یہ تین منٹ روز کا مراقبہ ہے، جیسے گھڑی کو چابی تھوڑی دیر دی جاتی ہے لیکن وہ چلتی چوبیس گھنٹہ ہے، آپ تھوڑی دیر اس کا مراقبہ کرلیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے تو راستہ چلتے بھی ان شاء اللہ یہ خیال قائم رہے گا۔ اگر اچانک نظرِ اوّل پڑ بھی جائے گی تو فوراً ہٹالے گا کیوں کہ جانتا ہے ؎

میری نظر پہ اُن کی نظر پاسباں رہی
افسوس اس احساس سے کیوں بے خبر تھے ہم

---

[۴] صحیح البخاری: ۹۲۸/۲ (۶۶۵۲)، باب "وحرام علی قریۃ اھلکناھا" المکتبۃ المظھریۃ
[۵] العلق: ۱۴

آج ہم جن کو دیکھ کر اپنی آنکھوں سے حرام لذت کی بدمستیاں حاصل کررہے ہیں، یہی صورتیں چند سالوں کے بعد بگڑ کر ایسی بدشکل ہوجائیں گی کہ آپ سے دیکھا نہ جائے گا اور آپ کہیں گے کہ ؎

دیکھا نہیں جاتا ہے مگر دیکھ رہا ہوں

آپ بتایئے! سولہ سال کے لڑکے جب ستّر سال کی عمر میں آئیں گے تو کیا اس وقت عشق بازوں کو اِنہیں دیکھنے کا جی چاہے گا؟ ؎

کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی

یہ جو ٹیڈیاں جارہی ہیں ایک دن وہ نانی امّاں بن جائیں گی، اور ٹیڈے نانا ابّا بن جائیں گے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ خالق زندگی کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو، کہاں مخلوق پر مرتے ہو ؎

ارے یہ کیا ظلم کررہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے
جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوقِ نظر نہیں

مرنے والوں پر مرنے والا ڈبل مردہ ہوجاتا ہے اور اُس کا حلال اطمینان اور گھر کا سکون، بیوی، بچے غرض حلال نعمتیں بھی خراب ہوجاتی ہیں۔ اس کو ایک مثال سے ثابت کرتا ہوں۔

بدنظری حلال نعمتوں کی لذت بھی خراب کردیتی ہے

دیکھیے! ایک شخص نے دعوت کی، قالین بچھا ہوا ہے، خوب گرم گرم بریانی موجود ہے، اتنے میں وہاں ایک کفن پوش مُردہ رکھ دیا گیا اور اعلان ہوا کہ آپ لوگ خوب کباب اور بریانی کھایئے اور مرنڈا پیجیے، اس کے بعد اس مردہ کا جنازہ پڑھنا ہے جو سامنے رکھا ہوا ہے۔ آپ بتایئے! آپ کو کھانے میں مزہ آئے گا؟ تو جس کے دل میں مُردے لیٹے ہوئے ہیں، مرنے والوں اور حسینوں کے تصورات ہیں، اُس قلب کو اللہ کے نام میں کیا مزہ آئے گا اور زندگی کا کیا لطف حاصل ہوگا؟ اُس کی زندگی بے کیف ہوگی کیوں کہ دل میں مردے لیٹے ہوئے ہیں۔

www.khanqah.org

نفس کی قید سے رہائی کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انہوں نے پہلے لَا اِلٰہَ عطا فرمایا کہ اگر تم لوگ اِلَّا اللہ کا مزہ چاہتے ہو تو پہلے اپنے دل سے لَا اِلٰہَ کے ذریعہ باطل خداؤں کو نکالو۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک عجیب بات فرمائی کہ قید خانہ میں ایک قیدی دوسرے قیدی کی ضمانت نہیں لے سکتا۔ دو قیدی ایک ہی جیل میں ہوں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو قید سے نہیں چھڑا سکتے، چھڑانے والا باہر سے آنا چاہیے۔ تو اللہ والے جو قیدِ شہواتِ نفس سے آزاد ہو چکے ہیں، جو جسم کے اعتبار سے تو آپ کے ساتھ ہیں مگر روح کے اعتبار سے اللہ کے مقرب ہیں وہ آپ کے پاس آئیں گے اور آپ کو اپنی روحانی طاقت سے نفس کی بُری بُری خواہشات کی قید سے نکالیں گے، آپ کے لیے دعا بھی کریں گے اور تدبیریں بھی بتائیں گے، آپ کو کچھ ذکر بھی بتائیں گے کیوں کہ ہوائی جہاز اپنے مستقر، مرکز، رَن وے سے اور ایئرپورٹ کی زمین سے اُسی وقت اُڑتا ہے جب اُسے دو چیزیں حاصل ہو جائیں ایک پائلٹ ہو، دوسرا اس کے پیٹرول کی ٹنکی خوب فُل ہو کیوں کہ ٹیک آف کرنے میں بہت زیادہ پیٹرول خرچ ہوتا ہے۔ تو انسان چوں کہ مٹی کا ہے لہٰذا مٹی کی عورتوں میں، مٹی کے بچوں میں، مٹی کے کھانے میں، مٹی کے پینے میں، مٹی کے کبابوں میں، مٹی کی بریانیوں میں، مٹی کی روٹیوں میں اُس کا دل چپکا ہوتا ہے۔ اب وہ چاہتا ہے کہ زمین کے مستقر اور مرکز سے اپنے قلب و جاں کے ہوائی جہاز کو اللہ تعالیٰ کی طرف اڑائے، تو اسے ایک تو رہنما چاہیے جو اسے راستہ بتائے اور دوسرا اُس کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا پیٹرول چاہیے اور یہ دونوں چیزیں اللہ والوں سے ملتی ہیں۔

علم نبوت کتابوں سے اور نورِ نبوت صحبتِ اہل اللہ سے حاصل ہوتا ہے

کتابوں سے علم کی کمیت مل سکتی ہے مگر علم کی کیفیت اہل اللہ کے سینوں سے ملتی ہے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اتنا بڑا محدث ہے کہ اگر اس کو اس زمانہ کا امام بیہقی کہا

جائے تو روا ہو گا یعنی صحیح ہو گا۔ تو قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ دیکھو علم تو تمہیں کتابوں سے مل جائے گا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت اور نورِ باطن دُرویشوں یعنی اللہ والوں کے سینوں سے ملے گا۔ اہل اللہ کی صحبت پر ایک شعر یاد آیا ؎

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت

اک خانہ بہ خانہ ہے اک سینہ بہ سینہ ہے

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حکیم اختر! اللہ کا راستہ طے کرنا، نفس سے مقابلہ کرنا، نفس کی گندی گندی خواہشات کو چھوڑنا یوں تو مشکل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے کا ہاتھ ہاتھ میں آجائے اور اُس کی صحبت نصیب ہو جائے تو اللہ کا راستہ نہ صرف آسان ہو جاتا ہے بلکہ مزے دار بھی ہو جاتا ہے۔ ارے! پھر اُس کا سجدہ سجدہ ہوتا ہے۔ اور کیسا سجدہ ہوتا ہے؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس سجدہ کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت سے جو سجدہ ملتا ہے اُس سجدہ کی کیا کیفیت ہوتی ہے ؎

لیک ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا

خوشتر آید از دو صد ملکت ترا

وہ ایک سجدہ جو پیشِ خدا ہوتا ہے یعنی اللہ کے سامنے ہوتا ہے، مولانا اُس کا ذائقہ بیان کر رہے ہیں کہ جب تو سجدہ میں جا کر سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے گا تو تجھ کو دو سو سلطنت سے زیادہ مزہ اس سجدہ میں آئے گا۔

دین کس سے سیکھنا چاہیے؟

لیکن نفس نیاز مندی نہیں چاہتا، کہتا ہے کہ میں بھی انسان ہوں، شیخ بھی انسان ہے، ایک انسان دوسرے انسان کی نیاز مندی کیوں اختیار کرے؟ بس یہی چیز مانع ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اپنی تاریخ دیکھیں کہ ہمارے اکابر، جو علم کے بڑے بڑے آفتاب و مہتاب، سورج اور چاند تھے، انہوں نے بھی اپنے سے کم علم والوں کی صحبت اُٹھائی ہے۔ پیٹرول لینے کے لیے پیٹرول پمپ والے سے یہ نہیں پوچھا جاتا کہ تم نے ایم ایس سی کیا ہے یا نہیں؟ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس

کے پاس پیٹرول ہے یا نہیں۔ لیکن اگر کسی ملاوٹ والے پیٹرول پمپ یعنی جعلی پیر کے پاس چلے گئے تو وہاں آپ کا ایمان ہی ختم ہو جائے گا۔ لہٰذا سچے متبع شریعت اور سنت کے پابند اہل اللہ کو دیکھو جنہوں نے بزرگوں کی غلامی کی ہے اور ان کے صحبت یافتہ ہیں اُن سے دین سیکھو۔

اہل اللہ کی صحبت سے سلوک آسان ہو جاتا ہے

اہل اللہ کی صحبت پر ایک شعر یاد آیا پہلے وہ پڑھتا ہوں ؎

مجھے سہل ہو گئیں منزلیں کہ ہوا کے رُخ بھی بدل گئے
ترا ہاتھ ہاتھ میں آگیا تو چراغ راہ کے جل گئے

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے ہیں کہ حضرت! میرا دل چاہتا ہے کہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں مگر مجھ سے تہجد کے وقت اُٹھا نہیں جاتا، اگر آپ میری یہ شرط قبول کرتے ہیں کہ میں تہجد نہیں پڑھوں گا تو میں آپ سے مرید ہو جاؤں گا۔ تو حاجی صاحب نے فرمایا کہ تم مرید ہو کر شرط لگاتے ہو تو پیر کو بھی ایک شرط لگانے کا اختیار ہے۔ کہا کہ آپ کی کیا شرط ہے؟ فرمایا تھوڑا سا اللہ اللہ کر لینا، کچھ ذکر بتاؤں گا، اُن کا نام لینے کی برکت سے خود ہی اُڑ جاؤ گے، دل اُڑ کر خود ہی اللہ سے چپک جائے گا۔ اللہ خالق مقناطیس ہے، جو مقناطیس پیدا کر سکتا ہے اُس خالق کے نام میں کتنے مقناطیس ہوں گے۔ اتنی بڑی دنیا کے گولے پر جس پر ہم آپ بیٹھے ہیں دنیا کے اس گولے پر پہاڑ بھی قائم ہیں اور سمندر کا پانی بھی لدا ہوا ہے، ریل گاڑی بھی چل رہی ہے، اس گولے کے اوپر ہم بھی چل رہے ہیں، جو لوگ اس وقت زمین کے نیچے والے حصہ کی طرف ہیں ان کا سر نیچے اور پیر اوپر ہیں، اگر ہم آپ معمولی سی چیز مثلاً ایک قلم کو دیکھیں جس کا وزن بھی تھوڑا سا ہے لیکن یہ اوپر سے چھوڑنے سے نیچے گر جاتا ہے لیکن دنیا کیوں نہیں گرتی، یہ کیوں فضا میں معلّق ہے؟ یہ نظامِ شمسی و قمری غرض فلکیات و ارضیات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے۔ اللہ کے اس مقناطیسی نظام کو دیکھو کہ کس طرح سے وہ سارے عالَم کو سنبھالے ہوئے ہیں تو جو اُن کا نام لے گا کیا وہ اُن کا نہیں بنے گا؟

ذاکر ذکر کی برکت سے مذکور تک پہنچ جاتا ہے

اللہ کے نام میں ایسے مقناطیسی اثرات ہیں کہ اگر کوئی کسی اللہ والے کے مشورے کے مطابق اُن کا نام لیتا ہے تو اس کا دل ان سے چپک جاتا ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ جناب آپ ہمیں چھوڑتے ہی نہیں، کہتے ہیں کہ کسی اللہ والے کو پیر نہیں بناتے تو مشیر ہی بنالو۔

خواجہ صاحب نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تھا کہ بغیر پیر کے ہم محض ذکر سے اللہ تک کیوں نہیں پہنچ سکتے؟ تو حضرت نے فرمایا کہ پہنچو گے تو ذکر ہی کی برکت سے، جیسے کاٹتی تو تلوار ہی ہے مگر جب کسی سپاہی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ تو ذکر کے ساتھ اور کسی مشیر اور مربّی کے مشورے سے کہ اُس کی توجہ بھی ہونی چاہیے ذاکر اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔ مرغی کا بچہ تو انڈے ہی سے نکلے گا مگر اُس کو مرغی کے جسم کی گرمی چاہیے، اگر انڈوں کو اکیس دن تک مرغی کی گرمی نہ دو بلکہ کتاب لے کر گرمی کا مضمون سناتے رہو، تو انڈے میں حیات آئے گی؟ اور ایک بات یہ بھی ہے کہ یہ نہ دیکھو کہ میں زیادہ علم والا ہوں اور میرے پیر کا علم مجھ سے کم ہے۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بطخ مرغی سے افضل ہے لیکن بطخ کا انڈہ اگر مرغی کی گرمی پائے گا تب ہی اُس سے بطخ نکلے گی اور وہ تیرنے بھی لگے گی حالاں کہ مرغی تیر نہیں سکتی لیکن بطخ شرافت کی وجہ سے یہ کہے گی کہ مرغی صاحبہ! آپ ہی کی گرمی سے مجھے حیات عطا ہوئی ہے، گو اللہ نے مجھے آپ پر فضیلت دی ہے کہ میں پانی میں تیر سکتی ہوں اور آپ پانی میں نہیں تیر سکتیں۔ دیکھیں! حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آغوشِ گرمی میں مجدد زمانہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت ہوئی لہٰذا یہ مت سوچو کہ ارے گرمی حاصل کر لو پھر تمہاری صلاحیت تمہیں خود ہی اُڑا دے گی بلکہ جس کی گرمی سے آپ کو حیاتِ روحانی عطا ہوئی ہے ساری عمر اس کے شکر گزار رہو۔

بطخ پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ تھانہ بھون میں ایک لڑکا تھا، اُس کو بطخ سے بہت محبت تھی، جب اُس کا استاد کہتا تھا کہ بیٹا! پڑھو تا، بَا زبر تَبْ، بَا، تَا زبر بَتْ، تَبَّتْ، تو وہ ہجے صحیح کرتا تھا، مگر جب استاد کہتا تھا کہ اچھا ملا کر پڑھو تَبَّتْ تو کہتا تھا بطخ۔ آہ! اُس کے دل میں بطخ ہی گھسی ہوئی تھی۔

سکونِ قلب صرف رضائے حق میں ہے

تو دوستو! میں عرض کرتا ہوں کہ جو اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے گا اور ان کو خوش رکھنا آسان کب ہوگا؟ جب ان کو خوش رکھنے والوں یعنی اللہ والوں کی صحبت میں رہے گا۔ بغیر ٹریننگ اور تربیت کے ایک امرتی نہیں بناسکتے ہو، لاکھ کتابیں پڑھ لو کہ امرتی ایسے بنتی ہے مگر جب امرتی بنانے بیٹھوگے تو چڑیا بناؤ گے۔ تو جن لوگوں نے حرام خوشیوں سے توبہ کرلی، واللہ! منبر سے قسم کھاکر کہتا ہوں کہ اُن کے قلب میں اللہ نے خوشی کا جو عالَم عطا فرمایا ہے، اُس عالم کے عالَم کو میں بیان نہیں کرسکتا کیوں کہ اُس بندہ نے اللہ کی ناخوشی کی راہوں سے اپنے نفس میں حرام خوشیوں کی درآمد سے توبہ کرلی کہ اے خدا! جن خوشیوں سے آپ ناخوش ہوتے ہیں ہم ایسی خوشیوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ شیطان کتنا ہی کہے کہ اس حسین کو دیکھ کر بہت مزہ آئے گا، اس کی ناک پتلی ہے، چہرہ کتابی ہے، ہونٹ لال ہیں، مگر اُس وقت میرا ایک شعر پڑھ لو ؎

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
جن سے ربّ میرا اے دوستو! ناراض ہوتا ہے

جس نے اللہ کو ناراض کرکے، اُن کو ناخوش کرکے اپنے دل میں حرام خوشی درآمد کی اُس کے دل کا عالَم کیا ہوتا ہے، اُس کے چہرہ کو دیکھو، جتنے لوگ ٹیڈیوں کے پیچھے پھر رہے ہیں آج اُن کی نیند حرام ہے، اُن کے چہرے بتارہے ہیں کہ بالکل بدحواس ہیں، کسی فاختہ کے پیچھے بے ساختہ پھر رہے ہیں اور حواس باختہ ہیں۔ اس پر مجھے اپنا شعر پڑھنا پڑتا ہے ؎

ہتھوڑے دل پہ ہیں مغزِ دماغ میں کھونٹے
بتاؤ عشقِ مجازی کے مزے کیا لوٹے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی کالی زلفوں پر پاگل ہو رہے ہیں، جو تمہاری عقل اُڑائے جارہی ہے، وہی حسینہ جب ستر سال کی بڈھی ہوجائے گی تو تم کو اس کی زلف بڈھے گدھے کی دُم معلوم ہوگی۔ مولانا نے بڈھے گدھے سے تشبیہ دی ہے، جوان گدھے سے تشبیہ نہیں دی کیوں کہ بعض منچلے ایسے ہیں کہ کہتے ہیں کہ جوانی جس کسی کی ہو بھلی معلوم ہوتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام سب سے بڑے ماہرین نفسیات ہیں

اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو ماہر نفسیات پیدا کرتا ہے۔ دیکھیے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے، بچی دس سال کی ہو جائے تو ان کا بستر الگ کر دو چاہے سگے بھائی بہن ہوں، سگی بہن بھی ہو تو بھی دس سال کے بعد سگی بہن اپنی سگی بہن کے ساتھ نہیں لیٹ سکتی، دس سال کے بعد سگا بھائی سگے بھائی کے ساتھ نہیں لیٹ سکتا۔ کیا یہ دلیل نہیں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نفسیات کے تقاضوں سے کس قدر باخبر کیا گیا تھا۔ اس حدیث کو جب میں نے سنایا تو ایک ستر برس کے بوڑھے نے کہا کہ میں نے نو برس کی عمر میں ایک بچے کو گناہ کرتے دیکھا، اس لیے اگر ضرورت محسوس کریں تو دس سال سے پہلے ہی بستر الگ کر دیں کیوں کہ آج کل فتنے کا دور ہے۔ آہ! سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو بھی نبوت کے فیضان سے کچھ حصہ علم نفسیات کا عطا فرماتا ہے۔ اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مصرع لگایا کہ جیسے تم کو بڈھے گدھے کی جھڑی ہوئی دم سے نفرت ہوتی ہے ایسے ہی ان حسینوں کے بڑھاپے میں تم کو ان سے نفرت ہو جائے گی۔ لہٰذا ایسے بگڑنے والوں پر جن کی شکل بگڑنے والی ہے، خدا کے لیے ان پر اپنی زندگی کو مت بگاڑو، بگڑنے والے پر بگڑنا ڈبل بگڑنا ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ جب آنکھ بند ہو گی تو زمین پر جتنے دل بہلانے والے سامان ہیں جن سے ہم خدا کو چھوڑ کر دل لگا رہے ہیں اس وقت پتا چلے گا کہ ہم نے دل کو کس سے بہلایا تھا۔

موت دنیا کی تمام لذتوں کو ختم کر دیتی ہے

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جو پانچ دریاؤں سے اپنے قلعہ کے اندر پانی لیتا تھا مگر قلعہ کے اندر کوئی کنواں نہیں کھودا۔ ایک دانش مند وزیر نے کہا کہ قلعہ کے اندر کنواں کھدوا لیں چاہے کھارا پانی نکلے، جان بچانے کے لیے تو کافی ہو گا۔ مگر بادشاہ نے بزبانِ حال کہا کہ ؎

آج تو عیش سے گزرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے

آہ! غالب کے شعر سے کیا ہوتا ہے۔ بس دُشمن نے پتا کرلیا کہ اس بادشاہ کے قلعہ میں پانی کا کوئی کنواں نہیں ہے لہٰذا اُس نے تمام دریاؤں پر بند باندھ دیا۔ بادشاہ اور اس کے خاندان والے سب مرگئے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ اس قصہ کو بیان کرکے فرماتے ہیں کہ اے دنیا والو! تم جن چیزوں سے آج دل کو سکون دے رہے ہو، یہ جو پانچ دریا تمہارے جسم میں باہر سے آرہے ہیں یعنی آنکھ سے اپنے بچوں کو دیکھ رہے ہو، بینک بیلنس کو، کاروبار کی رونقوں کو، مرسیڈیز کاروں اور بنگلے اور قالینوں کو دیکھ کر ان آنکھوں سے تم لذت درآمد کررہے ہو، جب موت کا وقت آئے گا تو موت کا فرشتہ اس پر بند باندھ دے گا، دریائے چشم پر بند باندھ دے گا پھر آنکھ تو کھلی ہوگی مگر اپنے بچوں کو نہیں دیکھ سکوگے، اپنی بیوی کو نہیں دیکھ سکوگے، اپنے مکان کی شان بان نہیں دیکھ سکوگے، اپنا بینک بیلنس نہیں دیکھ سکوگے، اپنی بریانی اور کبابوں کو نہیں دیکھ سکوگے، اپنا انڈا اور مرنڈا نہیں دیکھ سکوگے۔ اکبر الٰہ آبادی جج شاعر کا کیا خوب شعر ہے ؎

قضاء کے سامنے بےکار ہوتے ہیں حواس اکبرؔ
کھلی ہوتی ہیں گو آنکھیں مگر بینا نہیں ہوتیں

بیوی آنکھیں چیر کر کہتی ہے کہ میاں میرے لیے مرتے تھے، جماعت سے نماز بھی نہیں پڑھتے تھے اب آنکھیں کھول کر مجھے ایک نظر تو دیکھ لو، تو آنکھ کھلی ہے مگر بیوی کو دیکھ نہیں سکتا، بچے کہہ رہے ہیں کہ بابا! بابا! آپ رات دن میرا گال چومتے تھے، مجھے پیار کرتے تھے، آج ایک نظر مجھے دیکھ لو، بچے بابا کی آنکھ کھول رہے ہیں مگر بابا ہیں کہ اب دیکھ نہیں سکتے، آنکھ کھلی ہے اور ابھی جسم میں روح بھی ہے، ڈاکٹروں کا بورڈ فیصلہ کررہا ہے کہ ابھی ان میں جان ہے، مگر یہ جیتے جی اپنا دل بہلانے والی چیزیں ٹی وی، وی سی آر، بچے، قالین اور حسینوں کے چکروں سے محروم ہورہا ہے، اگرچہ ابھی زندہ ہے۔

اسی طرح ایک دن ہمارے کان بھی سننے سے محروم ہوجائیں گے، ہم ٹی وی اور گانے بہت پسند کرتے تھے، کہتے تھے کہ بھئی فلانی مغنیہ کا گانا سن لو۔ آہ! مرنے کی حالت میں، سکرات الموت اور حالتِ نزع میں اُسے سنائی بھی کچھ نہیں دے رہا۔ ماں نے چھوٹے بچہ کے گال پر ابّا کا ہاتھ لگایا کہ آپ ذرا پیار تو کرلو مگر اُسے پتا ہی نہیں چل رہا، قوتِ لامسہ بھی فیل ہوگئی،

قوتِ ذائقہ بھی فیل ہوگئی، اُس کے منہ میں کباب رکھا جارہا ہے، وہ عاشق کباب تھا اور کہتا تھا ؂

کچھ نہ پوچھو کباب کی لذت

مگر اب وہ کھانے پینے کی لذت سے بھی محروم ہوگیا، پیڑا ڈال کرلسی کے گلاس پر گلاس چڑھاتا تھا، اُس کو احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ ایک دن یہ دن بھی آنے والا ہے۔ بتایئے! ہم سب پر ایک نہ ایک دن یہ وقت آنے والا ہے یا نہیں؟ یا کسی نے آبِ حیات پی رکھا ہے؟ لیکن آپ کو اس دن کے آنے کا فائدہ تب ہی ہوگا جب آپ اُس کو ہر وقت سوچتے رہیں۔

اصل حیات وہ ہے جو اپنی موت کو یاد رکھے

قرآن پاک کی آیت ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ[۶] اس آیت میں اللہ نے موت کو پہلے بیان کیا، زندگی کو بعد میں بیان کیا۔ میرے حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس آیت کی تفسیر بیان کی تو فرمایا کہ جو زندگی اپنی موت کو سامنے رکھتی ہے وہی زندگی وطنِ آخرت کے لیے کچھ کرتی ہے یعنی اللہ کو یاد کرتی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ سب چیزیں ایک دن ختم ہونے والی ہیں۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو بیان کرکے فرمایا کہ اے دنیا والو! تم دنیا کے مکان، وی سی آر، ٹیلی وژن اور مرسیڈیز کاروں کو، بینک بیلنس کو اور اپنی شان اور ٹھاٹھ باٹ کو دیکھ کر جو خوش ہورہے ہو تو ان خوشیوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، تمہارا جسم بھی مثل اُس قلعہ کے پانچ دریاؤں سے ذائقہ حاصل کررہا ہے۔ کانوں سے سن کر، آنکھوں سے دیکھ کر، ناک سے سونگھ کر، زبان سے چکھ کر، ہاتھوں سے چھو کر۔ جب موت کا فرشتہ آئے گا تو ان پانچوں دریاؤں پر بند باندھ دے گا تب صرف اللہ ہی سے دل بہلے گا لہٰذا اسی زندگی میں اللہ کو راضی کرلو ؂

موت کی تیز و تند آندھی میں زندگی کے چراغ جلتے ہیں

پینتالیس سال کی عمر میں مولانا سعدی مکہ شریف میں چائے پی رہے تھے۔ مجھے ٹیلی فون آیا کہ ان کا ہارٹ فیل ہوگیا، چائے پیتے پیتے ان کے ہاتھ سے پیالی گری اور وہ ختم ہوگئے، حالاں کہ

۶؎ الملک:۲

اُن کو پہلے سے دل کی کوئی بیماری نہیں تھی ۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

تو دوستو! یہی عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اصلی خوشی چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو ناخوش کرکے حرام خوشیوں سے دل کو خوش نہ کیجیے۔ وہ بہت طاقت والی، قدرت والی ذات ہے۔ کراچی میں ایک اٹھارہ سال کا جوان تھا، اچانک اُس کے دونوں گردے گر پڑے، جس رگ سے وہ گردے ٹنگے ہوئے تھے اُس رگ میں کینسر ہوگیا، اسے پتا بھی نہیں چلا، وہ رگ کینسر سے آہستہ آہستہ گل گئی اور اچانک دونوں گردے گرگئے اور وہ بے ہوش ہوگیا۔ آپریشن کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں گردے بے کار ہوگئے۔ جب تک ہم خیریت سے ہیں تو شرارت سوجھتی ہے۔ اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَا سکھ میں اللہ کو یاد کرو، دُکھ میں اللہ تعالیٰ ہمیں یاد کرے گا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ اس حدیث کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں بھی نقل کیا ہے اُذْكُرُوا اللهَ فِي الرَّخَا يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[ک] تم سُکھ میں خدا تعالیٰ کو یاد کرو، اللہ تعالیٰ دُکھ میں تمہیں یاد رکھیں گے۔

بس ایک ہی جملہ کہتا ہوں کہ اس زمین پر اگر خوشی دیکھنی ہے، خوشی سے رہنا ہے، خوشی پر مرنا ہے، خوشی سے پل صراط پر چلنا ہے، خوشی سے میدانِ محشر میں حساب دینا ہے اور جنت میں خوش رہنا ہے تو ایک کام کرلیجیے، میں کچھ زیادہ نہیں بتاتا، صرف ایک کام بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو خوش کرلیجیے۔ آہ! اس سے زیادہ میں دین کو کیا آسان کروں۔ بس اللہ تعالیٰ کو ناراض نہ کیجیے، اُن کو ناخوش کرکے حرام خوشیاں درآمد نہ کیجیے۔ اب یہ بہت تفصیلی مضمون ہے کہ اللہ کن باتوں سے خوش ہوتے ہیں اور کن باتوں سے ناخوش ہوتے ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو سمجھنے کے لیے اہل اللہ کے پاس کثرت سے آنا جانا رکھیے۔

ذکر اللہ کی دو اقسام

اب میں وہ حدیث نقل کرتا ہوں جس کو میں نے ابھی عرض کیا تھا۔ مگر پہلے اِس

[ک] مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳/۳۷۵، باب کلام الضحاك بن قیس، مؤسسۃ علوم القرآن

آیت کے بارے میں سن لیجیے کہ دل کا اطمینان اللہ کی یاد میں ہے، اور یاد کی دو قسمیں ہیں۔ نمبر ایک یادِ مثبت جیسے نماز اور دیگر عبادات، ان سے بھی آپ کے دل کو اطمینان ملے گا، جن لوگوں نے نماز نہیں پڑھی اُن کا دل بے چین رہے گا۔ اور نمبر دو ہے یادِ منفی مثلاً راستہ چلتے ہوئے اگر کوئی عورت سامنے آجائے تو نظر کی حفاظت کرو لیکن ایسی حفاظت نہ کی جائے کہ ایکسیڈنٹ ہو جائے۔ اس پر میرا شعر ہے۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ایسے شخص پر اللہ کو کتنا پیار آتا ہے کہ یہ شخص میری دی ہوئی آنکھ کی روشنی کو کتنا بہترین استعمال کر رہا ہے، اسے مجھ پر فدا کر رہا ہے۔ تو طاعتِ مثبت کا اہتمام بھی کیا جائے اور طاعتِ منفی کا اہتمام بھی کیا جائے، مثلاً ایک آدمی ہر سال حج و عمرہ کر رہا ہے، مگر رشوت نہیں چھوڑی، کم تولنا نہیں چھوڑا، سودے کا عیب نہیں بتایا، داڑھی منڈانا نہیں چھوڑا۔

داڑھی مونچھ کے شرعی احکام

ہمارا کام صرف آپ کی ٹنکی میں تھوڑا سا پیٹرول ڈالنا ہے، علماء کرام تفصیل سے بتائیں گے کہ سنت کا راستہ کیا ہے؟ آپ کے گال کیسے ہونے چاہئیں؟ آپ کے گال فارغ البال نہ ہوں۔ اگر قیامت کے دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھ لیا کہ اے میرے اُمتی! تجھ کو میری شکل میں کیا عیب نظر آیا تھا؟ سکھوں نے تو اپنے گرونانک کی محبت میں اس کے جیسی شکل بنائی، اور سچے پیغمبر کا اُمتی ہو کر تو نے میرے جیسی شکل کیوں نہیں بنائی؟ تو کیا جواب دو گے؟

ایک صاحب نے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ جب سے داڑھی رکھی ہے لوگ بہت ہنس رہے ہیں۔ فرمایا کہ لوگوں کو ہنسنے دو، تم کو قیامت کے دن رونا نہیں پڑے گا اور بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت! داڑھی رکھ لی تو لوگ کیا کہیں گے؟ تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بھی تو لوگ ہیں، لُگائی تو نہیں ہیں، ارے لوگوں سے تو

www.khanqah.org

لگائی ڈرتی ہے، آپ لوگ ہو کر کیوں لوگوں سے ڈرتے ہیں؟ اور اگر لوگ ہنسیں تو ایک شعر پڑھ دیا کرو۔ میں آپ کو وہ شعر سکھاتا ہوں ؎

اے دیکھنے والو ! مجھے ہنس ہنس کے نہ دیکھو
تم کو بھی محبت کہیں مجھ سا نہ بنادے

یہاں کس کی محبت مراد ہے؟ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اللہ کو اپنی داڑھی دکھا کر کہوں گا ؎

تیرے محبوب کی یاربّ شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کے آیا ہوں

آپ بتائیں! داڑھی رکھنا واجب ہے یا نہیں؟ علماء کرام سے پوچھ لیں کہ چاروں اماموں کے نزدیک ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے یا نہیں، جیسے عید کی نماز، بقر عید کی نماز، وتر کی نماز واجب ہے۔ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے ”داڑھی کا وجوب“ اس میں ہے کہ چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے کہ ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اگر کسی امام کے نزدیک داڑھی کاٹنا جائز ہوتا تو میں کہتا کہ چلو اس امام کے نزدیک جائز ہے۔

دوستو! چاروں ائمہ کا اجماع ہے کہ ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ ایک مشت کے بعد بے شک آپ داڑھی کٹا دیں، اتنی لمبی داڑھی بھی نہ چھوڑیئے جیسے بمبئی میں ایک صاحب نے ناف کے نیچے تک داڑھی رکھی تھی جسے پیشاب کرتے وقت بغل میں دباتے تھے، لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ، صحابہ کی سنت یہی ہے کہ ایک مٹھی کے بعد اپنے طول و عرض سے داڑھی کاٹ دیتے تھے، ایک مٹھی سامنے سے، ایک مٹھی دائیں سے اور ایک مٹھی بائیں سے کاٹتے تھے، ایسی گولائی سے داڑھی خوبصورت بھی لگتی ہے۔

تو دوستو! جس حالت میں موت آئے گی اُسی حالت میں اُٹھائے جاؤ گے۔ اگر مُنڈی ہوئی داڑھی کی حالت میں موت آئے گی تو اُسی حالت میں اُٹھائے جاؤ گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں داڑھی منڈے ہوئے لوگوں کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی تھی۔ آپ کے پاس ایران کے دو سفیر آئے تھے، ان کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور داڑھی مُنڈی ہوئی تھی، آپ

نے ان کی طرف نظر بھی نہیں ڈالی بلکہ نفرت سے چہرۂ مبارک پھیر لیا۔ تو قیامت کے دن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے چہرہ پھیر لیا تو ہم آپ کی شفاعت کے امید وار کیسے ہوں گے؟ اس لیے بیوی کی خوشی کو چھوڑو، بیوی قبر میں نہیں اُترے گی، دفتر والوں کو چھوڑو، رزق خدا کے ہاتھ میں ہے، ایک مٹھی داڑھی رکھنے کے لیے اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ جن کی ایک مٹھی داڑھی نہیں ہے خدائے تعالیٰ انہیں رکھنے کی توفیق دے تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہوجائیں۔

جو داڑھی رکھ لیتا ہے چوبیس گھنٹہ اِس عبادت کا ثواب لکھا جاتا ہے اور جو داڑھی مُنڈاتا ہے چوبیس گھنٹے گناہ لکھا جاتا ہے کیوں کہ وہ ہر وقت گناہ کی حالت میں ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کُلُّ اُمَّتِیۡ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاھِرِیۡنَ[۸] کہ میری تمام اُمت معافی کے قابل ہے مگر جو کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں میرے وہ امتی معافی کے قابل نہیں ہیں۔ یہ کس کا فرمان ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ آہ! آج کھلم کھلا داڑھی مُنڈا کر ہم لوگ ناقابل معافی اُمت بن رہے ہیں۔

دوستو! داڑھی رکھنے کے بعد ان شاء اللہ آپ کے گال بھی آپ کو دعائیں دیں گے کیوں کہ جب آدمی صبح صبح اُٹھتا ہے اور گال پکڑ کے اس پر لوہے کا بلیڈ چلاتا ہے، پہلے کوٹ کو سنگل کوٹ کہتے ہیں دوسرے کو ڈبل کوٹ کہتے ہیں اور تیسرے کو کھونٹی اُکھاڑ کوٹ کہتے ہیں۔ تو گال بھی بددعا دیتے ہیں کہ کس ظالم سے پالا پڑا ہے۔ اللہ نے اتنا ملائم گال دیا ہے اس پر یہ ظالم تیز دھار لوہا پھیر رہا ہے۔

داڑھی پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ ایک مولوی صاحب ایک مسٹر سے ملنے گئے تو وہ اپنا بچہ لے آئے کہ مولوی صاحب دَم کردو۔ وہ بچہ مولوی صاحب کو دیکھ کر رو دیا کیوں کہ اس نے کبھی داڑھی نہیں دیکھی تھی۔ تو مسٹر صاحب کہتے ہیں کہ مولوی صاحب! اسی لیے تو ہم داڑھی نہیں رکھتے کیوں کہ داڑھی سے بچے بھی گھبراتے ہیں، اب ہمارا بچہ آپ کو دیکھ کر رونے لگا۔ تو مولانا نے کہا کہ یہ داڑھی دیکھ کر نہیں رویا، آج اس کو ابّا مل گیا ہے، ابّا سے ڈر کر رویا ہے کیوں کہ ابّا کی عظمت ہوتی ہے، بچے ماں سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا ابّا سے ڈرتے ہیں۔ تو

۸؎ صحیح البخاری: ۸۹۶/۲ (۶۰۹۸)، باب ستر المؤمن علی نفسہ، المکتبۃ المظہریۃ

مسٹر صاحب کہنے لگے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ بچہ آج ابّا سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب بچہ تمہارے گال دیکھتا ہے اور اپنی ماں کے گال دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ شاید میری دو امّاں ہیں، آج اُس کو پتا چلا کہ ابّا کس کو کہتے ہیں، تمہارا گال اور تمہاری بیوی کا گال ایک جیسا ہی تو لگ رہا ہے، تو چھوٹے بچے نادان ہوتے ہیں، وہ بیچارے تو یہی سمجھتے ہیں کہ شاید میری دو اماں ہیں۔ تو دونوں دوست تھے خوب ہنسے۔ خیر یہ تو لطیفے کی بات ہو گئی۔

ایک بات اور ہے کہ مونچھوں کو بڑی نہ رکھیے۔ شیخ الحدیث صاحب نے اوجز المسالک شرح موطا امام مالک کی جلد نمبر چھ کتاب اللباس میں ایک حدیث نقل کی ہے، مَنْ طَوَّلَ شَارِبَهٗ لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِيْ[۹] جس نے بڑی مونچھیں رکھیں وہ میری شفاعت نہیں پائے گا۔ مگر بڑی مونچھ کی تعریف کیا ہے؟ اوپر والے ہونٹ کا کنارہ کھلا رہے۔ یہ کنارہ مونچھوں سے ڈھکنے نہ پائے اور اگر مونچھیں برابر کرلیں تو سب سے افضل ہے، یہ مونچھوں کا اعلیٰ درجہ ہے۔ شیخ الحدیث صاحب کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ مونچھیں باریک رکھو، تھوڑی بڑی بھی ہو جائیں تو بھی جائز ہے لیکن اوپر والے ہونٹ کا کنارہ نہ چھپنے پائے۔

مردوں کے لیے ٹخنہ چھپانا حرام ہے

اب ایک کام اور کرنا ہے کہ ٹخنہ ہمیشہ کھلا رکھیں، پاجامہ، لنگی، عبا اور جبہ سے بھی ٹخنہ نہیں چھپنا چاہیے کیوں کہ یہ حرام ہے، حرام ہے، حرام ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے فَاَمَّا ظَاهِرُ الْاَحَادِيْثِ يَدُلُّ عَلٰى تَحْرِيْمِ الْاِسْبَالِ[۱۰]، یعنی ٹخنہ کا چھپنا چاہے کبر سے ہو چاہے کبر سے نہ ہو ہر حال میں حرام ہے بلکہ کبر سے ہو تو ڈبل گناہِ کبیرہ ہے اور اگر کبر نہیں ہے تو بھی حرام ہے۔ امداد الفتاویٰ میں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی لکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، یہ بخاری شریف کی حدیث ہے۔ اور ٹخنہ چھپانے سے ملتا کیا ہے؟ نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہے نہ آخرت کا۔

---

۹ اوجز المسالک للشیخ زکریا رحمہ اللہ: ۲۷۰/۱۴، دار الکتب العلمیۃ

۱۰ فتح الباری للعسقلانی: ۲۶۳/۱۰، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، دار المعرفۃ بیروت، ذکرہ بلفظ واما الاسبال لغیر الخیلاء فظاهر الاحادیث تحریمہ ایضا

والدین سے حسن سلوک کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم

ایک بات اور رہ گئی کہ ماں باپ سے کبھی بد تمیزی نہیں کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم اپنی عبادت کے ساتھ تمہارے ماں باپ کا حق بیان کر رہے ہیں۔ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ تو انہیں اف تک نہ کہو، وَّلَا تَنْهَرْهُمَا اور نہ انہیں جھڑ کو، وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے اپنے آپ کو انکساری سے جھکاؤ، وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا[۱۱] اور یہ دعا کرو ”یارب! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی ان کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجیے۔“ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ ماں باپ کے احسان کو بیان فرمایا ہے۔ انہیں کبھی اُف بھی نہ کہو، ان کو جھڑ کو بھی مت اور ان سے عزت کے ساتھ بات کرو، ان کا اکرام کرو اور اپنے کندھوں کو ان کے سامنے پست رکھو، ان سے اکڑ کر بات مت کرو، انہیں آنکھیں مت دکھاؤ، کیوں کہ جب تم چھوٹے تھے تب انہوں نے تمہیں کتنی مشقتیں اٹھا کر پالا تھا۔ اور ان کے لیے دعا بھی کرو کہ اے میرے رب! جیسے ماں باپ نے ہمیں بچپن میں پالا ہے آپ بھی ان پر رحمت نازل فرمائیں۔

امّت کی پریشانی کے اسباب

اب وہ حدیث بیان کرتا ہوں جو ہمارے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے فرماتے ہیں مَتٰى اَلْقٰى اَحِبَّابِيْ کہ میں اپنے حبیبوں سے کب ملوں گا؟ حبیب پیارے کو کہتے ہیں، دوست کو کہتے ہیں، محبوب کو کہتے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا اَلَسْنَا اَحِبَّائَكَ، کیا

---

[۱۱] بنی اسرآءیل: ۲۳-۲۴

ہم آپ کے حبیب نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ، تم میرے صحابہ ہو۔ وَاَحِبَّائِیَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بَعْدِیْ وَلَمْ یَرَوْنِیْ میرے اَحباء وہ ہیں جو میرے بعد مجھ پر ایمان لائیں گے اور انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔ بتائیے! ہم لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لقب سے پکارا ہے۔ بتاؤ بھائی! اللہ کے رسول کا حبیب بننا ہے یا نہیں؟ تو کیا حبیب اور دوستوں کا یہی کام ہے؟ جس عظیم ذات نے ہمیں حبیب کے لقب سے نوازا ہے، ہم اُن کے دل کو نافرمانیاں کرکے، داڑھی منڈا کر، ہر وقت گانا بجانا کرکے دُکھائیں؟ گانے بجانے کو مٹانے کے لیے تو آپ بھیجے گئے ہیں اور آج ہر گھر میں گانا بجانا ہو رہا ہے اور دیواروں پر جانداروں کی تصویریں ٹنگی ہوئی ہیں جس کی وجہ سے اُمت پریشان ہے۔ لہٰذا میرا ایک ہی جملہ سن لیجیے کہ زمین والے کبھی خوشی کا تصور بھی نہیں کرسکتے اگر آسمان والے کو ناراض کر رکھا ہے۔ میں یہ معمولی بات نہیں کر رہا ہوں، کسی کو دیکھ کر کہ صاحب فلاں شخص تو گانا بجانا کرکے اور شراب و زنا کرکے بھی عیش سے رہ رہا ہے، مرسیڈیز موٹر پر جا رہا ہے، وٹامن کھا کر موٹا تگڑا ہو رہا ہے۔ تو اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ جب دشمن ملک کا بادشاہ حملہ کرتا ہے تو بادشاہ ہی کو گرفتار کرتا ہے، سپاہی کو گرفتار نہیں کرتا۔ تو اللہ جس سے ناراض ہوتا ہے اُس کے جسم میں دل جو بادشاہ ہے اُس دل کا چین اُڑا دیتا ہے۔ اب وہ بریانی و پلاؤ کھا رہا ہے مگر اس کا دل پریشان ہے ؎

دل گلستاں تھا تو ہر شے سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہو گیا عالَم بیاباں ہو گیا

اور ؎

جس طرف کو رُخ کیا تو نے گلستاں ہو گیا
تو نے رُخ پھیرا جدھر سے وہ بیاباں ہو گیا

بریانی اور شامی کباب کھانے والے، مرسیڈیز پر گھومنے والے جو لوگ نماز روزہ نہیں کر رہے ہیں، اللہ کو خوش نہیں کر رہے ہیں، واللہ کہتا ہوں، ان کے سر پر قرآن رکھ کر پوچھ لو کہ کیا ان کے دل کو چین حاصل ہے؟ ایک شخص جو دو دو ملوں کا مالک ہے، بے شمار مال و دولت ہے، کاروں کی بہت بڑی تعداد ہے، ایک دن میرے پاس آیا، اُس وقت میرے شیخ زندہ تھے۔ اُس

نے کہا کہ اگر آپ نے اپنے حضرت سے دُعا نہ کروائی تو میں خودکشی کرلوں گا۔ میں نے کہا کہ تمہاری تو فیکٹریاں فیصل آباد میں، لاہور میں، کراچی میں ہیں، تم تو بہت مال دار آدمی ہو، تم کو کیا پریشانی ہے؟ اُس نے کہا کہ صاحب! دل کا چین اللہ کے ہاتھ میں ہے، پریشانی کے کچھ اسباب ہیں جن کی وجہ سے میرا دل ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ اس لیے دوستو! یہی عرض کرتا ہوں ؎

وہ گرمیِ ہجراں وہ تیری یاد کی خنکی
جیسے کہ کہیں دھوپ میں سایہ نظر آئے

اللہ کو یاد کرنے والے دھوپ میں بھی چلیں گے تو دل میں اللہ کے نام کا ایئر کنڈیشن ہو گا، کھال تو گرم ہو جائے گی مگر دل ٹھنڈا رہے گا اور خدا کو ناراض کرکے ایئر کنڈیشن میں رہنے والوں کی کھال تو ٹھنڈی ہو گی لیکن خدا اُن کا دل پریشانیوں سے گرم رکھے گا۔

اب میں مضمون ختم کرتا ہوں کیوں کہ اب میرے اندر وہ جان نہیں ہے جو پہلے تھی۔ آج سے چند سال پہلے آپ مجھ سے کئی کئی گھنٹے بیان سن لیتے تھے، اب میں آہستہ آہستہ کمزور ہو رہا ہوں لیکن اللہ کا کرم اور اُس کی شان عجیب ہے، وہ چاہے تو بادلوں سے دس ٹن پانی برسادے مگر سیپ میں ایک قطرہ بھی موتی نہ بنے اور وہ چاہے تو ایک کلو پانی برسائے اور اس کا ایک قطرہ سیپ کے منہ میں ڈال کر دس کروڑ کا موتی بنادے۔ اگر اُس کا کرم شامل حال ہو تو میری ایک ہی آہ مجھ کو بھی اور آپ کو بھی صاحبِ نسبت کردے۔

بس اب دعا کرلیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا ظاہر بھی اولیاء اللہ جیسا بنادے اور باطن بھی اولیاء اللہ جیسا بنادے۔ اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی یاد سے چین عطا فرمادیجیے اور ہماری دنیا بھی بنادیجیے اور آخرت بھی بنادیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

امور عشرہ برائے اصلاح معاشرہ

از محی السنۃ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یعنی وہ دس اُمور (کام) جن کے التزام سے دین کے دوسرے احکام کی پابندی کی توفیق ان شاءاللہ تعالیٰ ملے گی۔

۱۔ تقویٰ اور اخلاص کا اہتمام۔ تقوی کا خلاصہ یہ ہے کہ فرائض وواجبات وسنن مؤکدہ کی پابندی کرنا اور ممنوعات سے بچنا، اخلاص کا حاصل یہ ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہی کرنا۔

۲۔ ظاہری گناہوں میں سے بدنگاہی، بدگمانی، غیبت، جھوٹ، بے پردگی اور غیر شرعی وضع قطع رکھنے سے خصوصاً بچنا۔

۳۔ اخلاق ذمیمہ (برے اخلاق) میں سے بے جا غصہ، حسد، عُجب، تکبر، کینہ اور حرص وطمع پر خصوصی نگاہ رکھنا۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا انفراداً واجتماعاً بہت اہتمام رکھنا۔ ان کے احکام اور آداب کو بھی معلوم کرنا۔ فضائل تبلیغ میں سے حدیث نمبر ۳ تا ۷ کو بار بار پڑھنا بالخصوص حدیث نمبر ۵ کو۔

۵۔ صفائی ستھرائی کا التزام رکھنا۔ بالخصوص دروازوں کے سامنے جن میں مساجد و مدارس کے دروازے خصوصاً توجہ کے مستحق ہیں ان کے سامنے زیادہ اہتمام صفائی کا رکھنا۔

۶۔ نماز کی سنن میں سے قراءت، رکوع، سجدہ اور تشہد میں انگلی اٹھانے کے طریقہ کو سیکھنا نیز اذان واقامت کی سنن کو توجہ سے معلوم کر کے ان پر عمل کی مشق کرنا۔

۷۔ سنن عادات کا بھی خاص خیال رکھنا، مثلاً کھانے پینے، سونے جاگنے، ملنے جلنے وغیرہ۔ مسنون طریقہ پر عمل کرنا۔

۸۔ کم از کم ایک رکوع کی تلاوت روزانہ کرنا اور اس میں کلام پاک کے حُسن وجمال کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا۔ یعنی قواعد اخفاء واظہار، معروف ومجہول وغیرہ کا لحاظ رکھنا اور درود شریف کم از کم ۱۱ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنا یا ایک تسبیح کسی نماز کے وقت تین سو مرتبہ روزانہ پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۹۔ پریشان کن حالات ومعاملات میں یہ سوچ کر شکر کرنا کہ اس سے بڑی مصیبت وپریشانی میں مبتلا نہیں ہُوا۔ مثلاً بخار آنے پر یہ سوچنا کہ پیشاب تو بند نہیں ہُوا ہے، فالج، جنون اور قلبی امراض سے تو بچا ہُوا ہوں، نیز یہ اعتقاد رکھنا کہ بیماری سے گناہ معاف ہو رہے ہیں یا اس پر اجر وثواب ہو گا۔

۱۰۔ اپنے شب وروز کے اعمال کا شرعی حکم معلوم کرنا جن کا علم نہیں ہے کہ آیا وہ اوامر یعنی فرض، واجب، سُنتِ موکدہ، سُنت غیر موکدہ، مستحب ومباح میں سے ہیں یا نواہی یعنی کفر وشرک، حرام، مکروہ تنزیہی یا تحریمی میں سے اور جو اعمال خدانخواستہ منکرات میں سے معلوم ہوں ان کو جلد از جلد ترک کرنا۔

❁❁❁❁

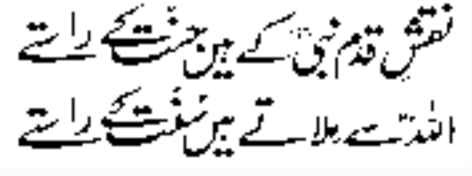

www.khanqah.org

موجودہ دور میں دنیا کے ہر انسان کا مشترکہ مسئلہ اطمینان وسکون کا حصول ہے۔ ہر شخص، ہر وقت، ہر عمل کے ذریعہ حصولِ سکون کی جستجو میں مصروفِ عمل ہے لیکن اس ساری تگ ودو کے باوجود اس گوہرِ مراد کا ہاتھ نہ آنا حیران کن امر ہے۔ ہزاروں طریقے اختیار کرنے اور سکون بخش دواؤں کے استعمال کے بعد بھی بے سکونی اپنی جگہ موجود ہے۔ ان ساری کاوشوں سے ظاہر ہوگیا کہ سکون کا حصول انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے بلکہ عطیۂ خداوندی ہے۔ خدا سے خدا کے اس عطیہ کو حاصل کرنے کے لیے کیا طریقے اختیار کیے جائیں۔

شیخ العرب والعجم مجددِ زمانہ عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وعظ اسی کی رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن اور حدیث کے حوالوں سے مدلل یہ وعظ بلاشبہ حصولِ سکون کا آسانی نسخہ ہے۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری